19

دُعا پر بہت زور دو

(فرمودہ ۱۶/ جون ۱۹۱۶ء)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:-

دنیا میں دو قسم کی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں ایک تو وہ جو کچھ عرصہ کے بعد پُرانی ہو جاتی ہیں اور انسان کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اس لئے آہستہ آہستہ ان کو چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ دوسری وہ چیزیں ہیں جو ہمیشہ نئی کی نئی رہتی ہیں۔ اور ہر زمانہ میں انسان کے استعمال میں آتی رہتی ہیں ان کے چھوڑ دینے میں انسان کا اپنا نقصان ہوتا ہے۔ اور جو انہیں چھوڑتا ہے گویا اپنی کامیابی کو چھوڑتا ہے کیونکہ وہ کبھی پرانی نہیں ہوتیں جیسے کہ وہ انسان کی پیدائش کے وقت تھیں۔ اور جس طرح کہ حضرت آدم کے وقت سے ان کی ضرورت تھی۔ ویسے ہی موجودہ اور آئندہ زمانہ میں بھی ان کی ضرورت چلی جاتی ہے۔

مختلف عقائد اور مختلف خیالات بھی پرانے اور نئے ہوتے ہیں۔ کئی خیالات تھے جو کسی زمانہ میں بالکل نئے تھے۔ اور لوگ ان کو نہایت ضروری سمجھتے اور کہتے تھے کہ ترقی انہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے مگر آج انہیں کو پرانے خیالات کہا جاتا اور لغو قرار دیا جاتا ہے تو جس طرح ظاہری اشیاء نئی اور پرانی ہوتی ہیں اسی طرح خیالات اور عقائد بھی نئے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان میں بھی یہی حال ہے کہ بعض عقائد اور خیالات ایسے ہیں کہ ہمیشہ ایک ایسے ہی رہتے ہیں۔ اور کبھی پرانے نہیں ہوتے۔ وہ دائمی صداقتیں ہوتی ہیں جن کو انسان کسی صورت میں بھی جھوٹ قرار نہیں دے سکتا۔ اس قسم کی ہمیشہ نئی رہنے والی چیزوں میں سے ایک بڑی چیز دُعا ہے یہ بھی کبھی پرانی نہیں ہوتی۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ انسانوں نے کہا ہو کہ اب یہ ہمارے

لئے مفید نہیں رہی کیونکہ پرانی ہوگئی ہے یا اس لئے کہ نئے علوم نئی ایجادیں اور نئے اصول نکل آئے ہیں اب اس کی ضرورت نہیں رہی یہ نہ کبھی پہلے کسی زمانہ میں ہوا ہے نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا کہ لوگ دعا سے مستغنی ہو جاویں بلکہ جتنا انسان ترقی کرتا جائے گا اتنا ہی زیادہ دعا کا محتاج ہوگا۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سمجھا نہیں کہ علوم و فنون کی ترقی انسانی اعمال کی ترقی اور زیادہ دعا کا محتاج کر دیتی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ ایک شخص کے پاس اتنا بوجھ ہو جسے وہ مشکل سے اٹھا سکتا ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور کو اٹھوانے کے لئے آواز دے مگر ایک ایسا شخص جس کے پاس ایسا بوجھ ہو کہ وہ اکیلا اٹھا ہی نہ سکے۔ تو ضرور ہے کہ اَور کو بلائے۔ کیونکہ جس قدر بوجھ زیادہ ہوتا ہے اسی قدر مدد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جس قدر علوم و فنون بڑھے انسان کے اعمال بڑھ گئے۔ اور جب اعمال بڑھ گئے تو ان کے لئے مدد کی بھی زیادہ ضرورت ہوئی۔ کیونکہ علوم کے بڑھنے کے ساتھ محنت اور مشقت بھی بڑھ گئی دیکھ لیجئے جس وقت انسان صرف شکار پر گزارہ کرتے اور لباس نہیں پہنتے تھے اس وقت انہیں صرف یہی کرنا پڑتا تھا کہ شکار کرتے اور پتھروں سے آگ نکال کر بھونتے اور کھا لیتے بس دن رات میں انہیں یہی محنت کرنی پڑتی تھی لیکن جب علوم نے ترقی کی تو مشکلات اور محنت دونوں بڑھ گئیں تو علوم کی ترقی ذمہ داریوں اور بوجھوں کی ترقی ہوتی ہے وہ قومیں جو اس وقت ترقی پر ہیں ان کو دیکھو تو پتہ لگے کہ کس قدر کام میں مشغول رہتی ہیں۔ لیکن جن قوموں نے ان کے مقابلہ میں ترقی نہیں کی وہ بہ نسبت ان کے کم محنت و مشقت کرتی ہیں کیونکہ وہ اگر بہت زیادہ محنت کریں تو ان کی زندگی مشکل ہو جائے۔ ان کا آپس کا مقابلہ بہت زور سے ہو رہا ہے اور یہی بات ان کو دن رات محنت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ پس علوم کی ترقی انسانی ذمہ داریوں اور بوجھوں کو کم نہیں کرتی بلکہ اور زیادہ بڑھا دیتی ہے چونکہ اس زمانہ میں علوم نے بہت زیادہ ترقی کر لی ہے اس لئے جس قدر دعا کی ضرورت پہلے زمانہ میں تھی۔ آج اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ لیکن تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ انسان جس وقت سب سے زیادہ دعا کا محتاج ہے اس وقت سب سے زیادہ غفلت اور لاپرواہی سے کام لے رہا ہے اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ جب کسی کو معمولی سی حرارت ہو تو دوا پیئے۔ لیکن

جب تیز تپ ہو جائے تو کہے کہ اب دوا کی ضرورت نہیں حالانکہ وہی وقت دوا پینے کا ہے۔ تو گو انسان دعا کا ہمیشہ سے محتاج چلا آ رہا ہے مگر اس زمانہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ لیکن اسی زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے کھڑے ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ دعا ایک لغو اور پُرانا خیال ہے صرف زبان کی حرکت سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے حالانکہ یہی لوگ دیکھتے ہیں کہ زبان ہی کی حرکت انسان کو کنوئیں میں گرا دیتی ہے اور زبان ہی کی حرکت اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ پھر دیکھو گداگر بھی زبان ہی ہلاتے ہیں۔ کیا انہیں زبان کی اس حرکت سے مادی نفع نہیں مل جاتا۔ ایک بڑے دنیا دار شخص نے کہا تھا کہ لفظوں سے مادی فائدہ نہیں مل سکتا اس لئے دُعا کرنا ایک لغو امر ہے مگر اس کو یہ خیال نہ آیا کہ ایک محتاج آ کر سوال کرتا ہے اس سوال کرنے پر پیسہ دو پیسے آنہ دو آنے اس کے ہاتھ میں چلے جاتے ہیں۔ کیا اس کو یہ مادی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ ضرور ہوا ہے۔ پس جب ایک انسان پر گداگر کے الفاظ کا اثر ہوتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ خود محتاج ہوتا ہے اس کی دستگیری کرتا ہے تو خدا جو کسی کا محتاج نہیں اس کے حضور اگر کوئی عرض کرے تو کیا وجہ ہے کہ وہ دستگیری نہیں کرے گا یہ بہت نادانی اور کم عقلی کی بات ہے اور جو لوگ اس طرح کہتے ہیں انہوں نے دعا کو ایک ڈھکوسلہ سمجھ رکھا ہے۔ اگر یہ لوگ تدبر سے کام لیتے تو انہیں دعا کی صداقت کے قبول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ کیونکہ بعض عقائد تو ایسے ہوتے ہیں جن کا نتیجہ عمل کو چاہتا ہے۔ مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ انسان فوراً اس کا اثر دیکھ سکتا ہے اور ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اسکا تجربہ کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو چیلنج دیا تھا کہ اگر کسی میں جرأت ہے تو آئے میرے مقابلہ میں دعا کرے اور پھر دیکھ لے کہ کس کی قبول ہوتی ہے۔[1] یہ ایک نتیجہ تھا اور مشاہدہ تھا جو ہر ایک کھلے طور پر دیکھ سکتا تھا مگر کسی کو اس کی جرأت نہ ہو سکی۔ تو اس مسئلہ میں کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان جب بھی خدا کے حضور جھکے خدا اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس طرح وہ دعا کی صداقت کو دیکھ سکتا ہے اور خود تجربہ کر سکتا ہے۔

---

[1] حقیقۃ الوحی ص ۱۷۶

دعا ایک ایسی طاقتور چیز ہے کہ دنیا میں اور کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور بھی بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں مثلاً پانی کی طاقت بجلی وغیرہ کی طاقت ہے۔ مگر دعا کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ایک بزرگ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ جس جگہ رہتے تھے انکے پڑوس میں ایک بڑا امیر رہتا تھا۔ جو ہر وقت گانے بجانے میں مشغول رہتا۔ جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی۔ ایک دن وہ اس کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ دیکھو بھئی مَیں تمہارا ہمسایہ ہوں۔ اس لئے میرا بھی تم پر حق ہے اوّل تو تمھیں اس لغو کام سے خود ہی رُک جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو اب میری خاطر ہی اسے ترک کر دو۔ کیونکہ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے وہ چونکہ بڑا رئیس اور صاحب رسوخ تھا اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے۔ ہم کبھی نہیں رکیں گے۔ انہوں نے کہا اگر آپ اس طرح نہیں رکیں گے تو ہم بھی مجبور ہیں ہم اَور طرح سے روکیں گے اس نے کہا کیا تم روکو گے۔ کیا تم میں اتنی طاقت ہے۔ مَیں ابھی سرکاری گارد منگواتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم گارد کا بھی مقابلہ کریں گے۔ اس نے کہا تم انکا کیا مقابلہ کر سکتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ نادان! ہمارا مقابلہ توپوں اور بندوقوں سے نہیں ہوگا بلکہ سہام اللیل سے ہوگا۔ لکھا ہے۔ یہ الفاظ انہوں نے کچھ ایسے دردناک لہجہ میں فرمائے کہ اس کی چیخیں نکل گئیں اور بول اٹھا۔ اس کا مقابلہ نہ مَیں کر سکتا ہوں نہ میرا بادشاہ کر سکتا ہے۔ آئندہ کے لئے مَیں اقرار کرتا ہوں کہ آپ کو گانے بجانے کی آواز نہیں سنائی دے گی۔ تو دعا میں وہ طاقت ہے کہ کوئی توپ وتفنگ اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ تیر زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے آتے ہیں۔ پھر انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا انسانوں سے لے کر خود پھینکتا ہے اور خدا کے پھینکے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کہتے ہیں کہ زمین میں کشش ہے اس لئے جس قدر بلندی سے کوئی چیز گرے اسی قدر زور سے گرتی ہے۔ خدا تعالیٰ یوں بھی سب بلندیوں سے بلند تر ہے اس لئے اس کے ہاں سے آیا ہوا تیر کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ پہاڑوں کی روکوں اور قلعوں کی دیواروں کو چیرتا اور سب پردوں کو چاک کرتا ہوا منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ پس دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو سب سے بڑا اور یقینی ہے اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ دیگر ذرائع سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ جو لوگ دیگر

ذرائع سے کام نہیں لیتے ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوسکتی۔ دعا بھی اس وقت قبول ہوتی ہے۔ جبکہ دیگر ذرائع سے کام لیا جائے۔ جس طرح دنیا میں سائل کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ وہ خود کوئی محنت اور مشقت نہ کر سکتا ہو یا جس قدر اس کی طاقت ہے اتنی کوشش کرے لیکن کامیابی نہ ہو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ حضرت عمرؓ جب کسی ایسے سائل کو دیکھتے جو طاقتور اور محنت کرنے کے قابل ہوتا تو جو کچھ اس نے سوال کر کے حاصل کیا ہوتا وہ بھی چھین لیتے اور کہتے جاؤ جا کر محنت کرو اور کھاؤ کیونکہ سائل وہی ہوسکتا ہے کہ جس قدر اس کی ہمت ہو اتنی کرے۔ اس کے بعد اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو سوال کر لے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کے لئے پکارنے سے پہلے انسان کے لئے ضروری ہے کہ جتنی اس کی اپنی طاقت اور ہمت ہو اس کو کام میں لائے اور پھر دعا کرے کہ اے مولیٰ! مَیں نے اپنی طرف سے سب طاقت اور ہمت خرچ کر دی ہے لیکن مَیں کمزور اور عاجز ہوں۔ آپ میری مدد کیجئے۔ جب اس طرح کوئی دعا کرے گا تو اس کے قبول ہونے میں کوئی روک نہیں ہو سکے گی۔ لیکن اگر کوئی خود ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھا رہے اور کہے کہ جو مَیں دعا کروں وہ قبول ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے پاس بادشاہ آیا۔ جس کو انہوں نے چند ایک نصیحتیں کیں۔ مثلاً یہ کہ شراب نہ پینا۔ ظلم نہ کرنا۔ وہ کہتا گیا بہت اچھا۔ جب انہوں نے کہا کہ شکار کم کھیلا کرنا تو کہنے لگا۔ دعا کرو۔ خدا مجھے ایسا کرنے کی توفیق دے۔ انہوں نے کہا۔ شکار چھوڑنے کی تمہاری نیت نہیں ہے مگر اور باتوں کے متعلق تم نے دعا کے لئے کیوں نہ کہا اور اس کے بعد کہہ دیا۔ معلوم ہوتا ہے اس طرح تم ٹالنا چاہتے ہو۔ یہی حال آج کل لوگوں کا ہے۔ جس بات کو محنت سے نہ کرنا چاہتے ہوں یا سستی کی وجہ سے نہ کرتے ہوں اس کے متعلق چاہتے ہیں کہ دعا ہو جائے حالانکہ دعا اس شخص کے لئے ہتھیار ہے۔ جو اپنی طاقت بھر محنت اور کوشش کرے۔ اور پھر کامیاب نہ ہو سکے یعنی جس قدر اس سے ہوسکتا ہے وہ محنت کرتا ہے لیکن کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یا کسی مجبوری کی وجہ سے محنت کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے لئے دعا ہے جو کمی یا نقص اس کی محنت میں رہ جاتا ہے وہ دعا کے ذریعہ دور ہو جاتا ہے۔

ہمارے اس زمانہ میں جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے۔ سب سے زیادہ مشکلات پیدا

ہو گئی ہیں اس لئے سب زمانوں سے زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے لئے ہر رنگ کے سامان پیدا ہو چکے ہیں۔ یعنی شرارت کے۔ علوم کے۔ سائنس کے تاریخ وغیرہ کے اعتراض بڑھ رہے ہیں اور پوشیدہ تعلیمیں نکل رہی ہیں۔ لیکن ان کا مقابلہ کرنے کی ہر ایک انسان میں طاقت نہیں ہے کیونکہ جب تک کوئی تمام علوم سے واقف نہ ہو اس وقت تک جواب نہیں دے سکتا۔ اور تمام علوم سے واقف ہونا کوئی آسان بات نہیں۔ پھر اس زمانہ کی ترقیوں نے لوگوں کو خدا تعالیٰ سے بالکل غافل کر دیا ہے۔ اس لئے ان کو سمجھانا بہت مشکل کام ہو گیا ہے۔ اب ان سامانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا جو ہمارے ہاتھ میں ہیں بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس آخری زمانہ میں خدا نے جو مصلح بھیجا ہے اس کا ہتھیار ہی خالص دعا ہے۔ پہلے انبیاء کے وقت اور ہتھیار بھی استعمال کئے جاتے تھے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جب تلوار اٹھائی گئی اور آپ کو سخت تنگ کیا گیا تو اس کا جواب انہیں تلوار سے ہی دیا گیا۔ لیکن اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کو تمام ہتھیاروں کی بجائے صرف دعا کا ہی ہتھیار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں جہاد کو قطعی حرام قرار دے دیا ہے۔ ورنہ جہاد تو کہتے ہی اس مقابلہ کو ہیں جو دشمن کے سخت تنگ کرنے اور تکالیف دینے پر بطور اپنے بچاؤ کے کیا جاوے لیکن یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں اتنی بھی اجازت نہیں ہے۔ تاکہ دعا اور صرف دعا سے ہی اس جماعت کی ترقی ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں مقابلہ کے سامان کثرت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور دن بدن ہو رہے ہیں لیکن دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کے فائدہ رساں ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا ہے کہ دعا کے ذریعہ اس جماعت کو پھیلائے تاکہ ایک تو جو لوگ اس کے اثر سے منکر ہیں۔ وہ قائل ہو جائیں۔ دوسرے اس جماعت کے لئے آسانی ہو۔

اس زمانہ میں یورپ کے لوگ جس آرام طلبی اور آسائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں کہاں سمجھا سکتے ہیں سوائے اس کے کہ ہمارے مبلّغ دعائیں کریں اور خدا کا فضل ان کے دلوں کو پاک کر کے حق کی طرف پھیر دے۔ اس وقت ہمارے پاس دعا ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔

زرتشت نبی کے خلیفہ جاماسپ کی کتاب ہے جس کا نام جاماسپی ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک نبی آخری زمانہ میں آئے گا اس وقت شیطان بڑا زور آور حملہ کرے گا۔ وہ نبی اس شیطان سے جنگ کرے گا اور کامیاب ہو جائے گا۔ مگر کس چیز سے۔ تلوار اور بندوق سے نہیں بلکہ دعاؤں سے۔ اس کے علاوہ یوں بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے ان باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ درحقیقت سامان اس وقت کچھ نہیں کر سکتے۔

پس جب خدا تعالیٰ نے ہماری تمام فتوحات کو دعاؤں سے وابستہ کر دیا ہے تو اس بات کی بہت ہی ضرورت ہے کہ ہم خصوصیت کے ساتھ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ دوسروں کی نسبت زیادہ دعاؤں پر زور دیتے ہیں حتّٰی کہ لوگ ہنستے ہیں۔ تاہم ابھی ضرورت ہے کہ خوب زور سے دعائیں کی جائیں۔ لیکن اس سے پہلے یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے سامنے کوئی روک حائل نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے ذریعہ خطرناک سے خطرناک دشمن اس طرح کچلے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ پس دعاؤں پر بہت زور دو اور جتنا پہلے دیتے ہو اس سے بھی زیادہ دو۔ کیونکہ دشمن جس قدر قوی ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اس کے مقابلہ میں تیاری کی جاتی ہے ہمارا دشمن بہت بڑا ہے اور جس قدر روکیں ہمارے راستہ میں ہیں اتنی پہلے نہ تھیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہ وہ ایسا زمانہ ہوگا جبکہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کیا جائے گا گویا اس وقت باقی تمام دین بھی ظاہر ہو جائیں گے۔ جن کے ساتھ اسلام کو مقابلہ کرنا ہوگا اب دیکھ لو اس کے لئے کس قدر محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اور وہ محنت یہی ہے کہ ہم دعاؤں میں خوب زور سے لگے رہیں۔ ہماری جماعت نے دعاؤں کا بہت تجربہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت تو دعاؤں کے ذریعہ ایسی ایسی کامیابیاں ہوتی تھیں کہ دیکھنے والے حیران اور ششدر رہ جاتے تھے۔ پس دعا ہمارے لئے کوئی بند لفافہ نہیں کہ گھبرائیں کہ اس کے اندر کیا ہوگا۔ بلکہ کھلی اور واضح تحریر ہے جس کو ہم نے بار بار پڑھا ہے اس کے اثرات کو دیکھا اور اس کے نتائج کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے ہمارے لئے اس کی طرف متوجہ ہونا کچھ مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز سے ایک دفعہ انسان فائدہ حاصل کر لیتا ہے دوسری

دفعہ زیادہ رغبت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ہم میں سے خدا کے فضل سے ہر ایک نے دعاؤں کا نتیجہ محسوس کیاہوٗا ہے۔ پھر کونسی چیز ہے جو ہمارے راستہ میں روک ہو سکے سوائے اس کے کہ ہمارے نفس کی سستی اور کاہلی روک ہو۔لیکن جس کام کے لئے ہم کھڑے ہیں اس میں سستی کا ایک منٹ بھی سخت مضر اور خطرناک ہے۔کیا کوئی سمندر میں یا خطرناک جنگل میں سست ہو کر لیٹ سکتا ہے ہر گز نہیں۔اسی طرح ہم بھی ایک ایسے جنگل اور بیابان میں ہیں جس کے چاروں طرف درندے ہی درندے نظر آتے ہیں۔پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ نمازوں کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی دعاؤں پر بہت زور دیں۔اور یہ سمجھ لیں کہ جب بار بار ایک جگہ دعا پڑتی رہتی ہے تو پھر اس کے قبول ہونے میں کوئی روک نہیں ہو سکتی۔ مجھے اپنی ساری عمر میں آج تک کوئی ایسا اتفاق نہیں ہوٗا۔کہ مَیں نے کوئی دعا کی ہو۔اور پھر وہ قبول نہ ہوئی ہو۔اور جہاں منشاء الٰہی نہ ہو وہاں دعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت صاحب کی آخری بیماری میں مجھ سے دعا کرنے کی توفیق چھینی گئی۔ مجھے اس سے گھبراہٹ بھی پَیدا ہوئی کہ کیا مجھے آپ سے محبت نہیں ہے کہ آپ کی صحت کے لئے دعا کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ پھر میں نے اس بات کے لئے دعا کی کہ مجھے آپ کی صحت کے لئے دعا کرنے کی توفیق ملے لیکن بالکل نہ ملی۔ مجھے دعا کرتے وقت کچھ روک سی معلوم ہوئی۔جب مَیں نے حد سے زیادہ دعا کرنے کی کوشش کر کے دیکھ لیا کہ طبیعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی تو سمجھا کہ اس میں خدا کی مصلحت ہے۔تو جب کوئی انسان سنجیدگی اور اخلاص سے دعا کرے تو اگر خدا کا منشاء قبول کرنے کا نہ ہو تو اسے توفیق ہی نہیں دیتا۔اور اگر توفیق دے تو ضرور قبول کر لیتا ہے اصل بات یہ ہے کہ جب دعا میں اخلاص اور توکل پیدا ہو جائے تو وہ کبھی نہیں ٹلتی یہی بات خدا تعالیٰ نے اس میں فرمائی ہے کہ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ (النمل۔۶۳)

شکار کو گھیر کر کسی خاص جگہ تک لے جانے کو اضطر کہتے ہیں۔تو مضطر کے یہ معنے بھی ہُوئے کہ ایسا شخص جس کے سب سامان کٹ جائیں۔بعض لوگوں نے اضطرار کو سمجھا ہی نہیں۔وہ کہتے ہیں۔رونے گڑگڑا کر دعا مانگنے کا نام اضطراری دعا ہے۔حالانکہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔مضطر اس انسان کو کہتے ہیں

جس کے تمام آسرے اور امیدیں کٹ کر صرف خدا ہی خدا کا سہارا رہ جائے ایسے انسان کی دعا قبول ہوتی ہے اس کے علاوہ خواہ کوئی کتنا روئے گڑگڑائے۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوسکتی۔ پس اگر تم لوگ ایسے رنگ میں دعائیں کروگے تو وہ ردّ نہیں ہوں گی۔ رو کر تو بُتوں پر چڑھاوے چڑھانے والے بھی ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ اس لئے رونا دعا کے قبول ہونے کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ پُورا پُورا توکّل اور آسرا سوائے خدا کے اور کسی کا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر طرف خدا ہی خدا نظر آئے۔ ایسے وقت جو انسان دعا کرے اس کی کبھی ردّ نہیں ہوتی۔ اور اگر ردّ ہونی ہو تو اسے دعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ اور جو خدا کے برگزیدہ انسان ہوتے ہیں ان کو قبول نہ ہونے والی دعا کے متعلق پہلے ہی بذریعہ الہام یا کشف کے بتا دیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَآئِكَ اِلَّا فِیْ شُرَکَآئِكَ۔[1] ان کے علاوہ اور لوگوں کے دلوں میں کچھ ایسی کیفیّت پیدا کر دی جاتی ہے کہ دعا کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ منشاء الٰہی کچھ اَور ہے۔

غرض یہ بڑا کارآمد اور مفید ہتھیار ہے۔ دیگر سامانوں کے لحاظ سے تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ نہ حکومت ہے نہ مال ہے نہ دولت ہے نہ فوج ہے۔ نہ کوئی ایسا سامان ہے ہمارے کام جیسے ہونے چاہئیں اس کے مقابلہ میں بہت چھوٹے چھوٹے پیمانہ پر چل رہے ہیں۔ پھر بھی قریبًا تمام فنڈ مقروض ہی رہتے ہیں تو دنیاوی سامانوں کے ساتھ ہم اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کرسکتے ہمارا مقابلہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ خدا کا فضل اور رحمت آکر ہمارے لئے راستہ صاف کر دے۔ اور یہ تب ہوسکتا ہے جبکہ ہم مضطر ہو کر دعائیں مانگیں اور خدا کے سوا کوئی سہارا اور امید گاہ خیال نہ کریں۔ ہمارے لئے صرف ایک خدا ہی ہو اور وہی ہر طرف دکھائی دے۔ جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے۔ ع

جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے۔

جب ایسا ہو جائے تو خدا ضرور ہماری دعائیں قبول کرلے گا۔ پس دعاؤں میں لگ جاؤ اور اس بات کا یقین رکھو کہ ضرور قبول ہو جائیں گی اور اس بات

[1] تذکرہ ص ۲۶

کے لئے بھی دعا مانگو کہ خدا تمہیں یہ دعائیں کرنے کی توفیق دے جس وقت خدا کا منشاء اور ارادہ انسان کے شاملِ حال ہوتا ہے تو دعا کرنے کے عجیب عجیب طریق اسے سوجھ جاتے ہیں بعض دفعہ تو الفاظ اور فقرات سکھائے جاتے ہیں۔

وہی فتنہ جو ہماری جماعت میں ایک گمنام ٹریکٹ کے ذریعہ برپا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ابھی وہ ٹریکٹ شائع نہیں ہوُا تھا کہ مجھے شملہ میں رؤیا میں دکھایا گیا۔ کہ ہم کچھ آدمی ہیں جنہیں پہاڑ پر جانا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راستہ میں جنّات ہیں جو نظر تو نہیں آتے لیکن ہمارے راستہ میں رُکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں مَیں اپنے ساتھیوں کو کہتا ہوں کہ وہ تم کو راستہ سے ہٹائیں گے لیکن تم ہرگز نہ ہٹنا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھتے جانا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔'' چنانچہ جس وقت ہم چلے ہیں تو انہوں نے روک ڈالنی شروع کر دی ہے۔ مگر نظر نہیں آتے۔ جب ہم نے کہا کہ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔'' تو وہ بھاگ گئے۔ اور ہمارے راستہ سے روک ہٹ گئی۔ اس رؤیا کے بعد جب میں شملہ سے آیا۔ تو اس ٹریکٹ کے ذریعہ حملہ ہوُا اور حملہ کرنے والے پوشیدہ رہے۔ اس کے جواب میں جو ٹریکٹ لکھا گیا اس کے ٹائیٹل پر یہی الفاظ لکھوائے گئے۔ کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

تو خدا تعالیٰ خود دعائیں سکھا دیتا ہے مگر اسی وقت جبکہ انسان مضطر ہو کر اس کے آستانہ پر گر جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق دے تا یہ ایک ہی ہتھیار جو ہمارے لئے مخصوص کیا گیا ہے اسے استعمال کر سکیں اور ہمارے راستہ میں جو مشکلات ہیں وہ دور ہوں اور ہمارے سپرد جو خدمت کی گئی ہے اس کو پورا کر سکیں۔

(الفضل ۴ر جولائی ۱۹۱۶ء)